مہناز انجم

اسکالر پی ایچ۔ڈی،اُردُو، منہاج یونی ورسٹی، لاہور

نصیر احمد ناصر کی نظموں میں جدید دور کے مسائل

Issues of Modern Times in the Poems of Nasir Ahmad Nasir

The poetry of Naseer Ahmad Nasir is the quintessence of his deep observation and experience. Terminology of Science and words related to engineering are a part of his diction.The present day man is facing a lot of problems. Pakistan has suffered a lot after the world Trade Center attack. As a result of terrorist activities, we have seen the loss of thousands of innocent lives. Moreover, industrial and technological development has devastated the beauty of Nature. In his poems Naseer Ahmad Nasir has highlighted these problems in a forceful and effective manner. He raises his protesting voice against multifaceted human attitudes. He protests against those who violate the human rights. He is an ardent supporter of human equality, sympathy, kindness and justice. He is against all types of terrorism, exploitation and injustice. In short, the diction, style, metaphors and imagery of Naseer Ahmad Nasir contributes a lot in forming the Modern Urdu Poem.

Key Words: *Prose Poem, Partition of Sub-continent, Comparative Study, Commonalties, Dissimilarities*

اسّی کی دہائی میں جن نظم نگاروں نے اپنی شناخت بنائی،اُن میں نصیر احمد ناصر ایک اہم نام ہے۔"دسمبر اب مت آنا"، نصیر احمد ناصر کا اوّلین مجموعۂ کلام ہے۔یہ غزلوں اور نظموں پر مشتمل ہے۔ اِس کے بعد آزاد نظموں پر مشتمل اُن کے چار مجموعے"عراپچی سو گیا ہے"، "پانی میں گم خواب" اور "ملبے سے ملی چیزیں" اور"سرمئی نیند کی بازگشت" شائع ہو چکے ہیں۔ نصیر احمد ناصر نے ہائیکو پر بھی طبع آزمائی کی اور اُن کا اس صنف پر مشتمل مجموعہ "زرد پتّوں کی شال" کے نام سے منظرِعام پر آچکا ہے۔ نصیر احمد ناصر کے ہائیکوز کے بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا کی رائے ہے کہ"اپنے ہائیکوز میں نصیر احمد ناصر نے برہنہ فطرت کے اس کینوس پر ان کرداروں کو اس طور اُبھارا ہے کہ وہ انسانی محسوسات کی آئینہ داری کرنے لگتے ہیں۔"[1]

نصیر احمد ناصر نے غزل،آزاد نظم اور ہائیکو کے علاوہ نثری نظم میں بھی طبع آزمائی کی ہے"تیسرے قدم کا خمیازہ"اور" سر مئی نیند کی بازگشت" اُن کی نثری نظموں پر مشتمل مجموعے ہیں۔نصیر احمد ناصر نے "تسطیر" جنوری ۱۹۹۸ء میں لکھے گئے اداریے میں بعض ترامیم کر کے اسے "تیسرے قدم کا خمیازہ" کے ابتدائیہ میں بعنوان "نثری نظم کا تخلیقی جواز" شامل کیا ہے۔اس ابتدائیہ میں اُن کا کہنا ہے کہ "اُردُو نثری نظم ساٹھ اور ستر کی دہائیوں پہ مشتمل اپنے عبوری دورانیے(دورِ اوّل) سے گزر کر اب اس مقام پر ہے جہاں اس کے"ماخذات"اور اس میں "اوّلیت" جیسے نزاعی معاملات ضمنی نوعیت کے رہ جاتے ہیں اور "تخلیقیت" زیادہ اہم ہو جاتی ہے۔"(۲)

انسانی معاشرہ آفاقی اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ خطے اور علاقے کے حوالے سے بھی منفرد تہذیب اور مسائل کا مظہر ہوتا ہے۔اسی طرح تخلیقی فنون بھی انفرادی اور اجتماعی نفسیات اور مسائل کی نشان دہی کرتے ہیں۔نصیر احمد ناصر کا تعلق جہلم سے ہے۔جہاں بارانی زمینیں ہیں اور بارانی لوگوں کا المیہ یہ بھی ہے کہ بارشوں کی کمی کی وجہ سے انھیں زمین اور کاشت کاری سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔دفاتر میں زمینوں کی ملکیت اور ٹیکس وغیرہ کے حوالے سے الگ خواری ہوتی ہے۔اس کے باوجود یہ لوگ تمام مسائل برداشت کرتے ہیں اور مٹی سے جڑے رہتے ہیں۔ان مستقل مزاج بارانی لوگوں کی عکاسی وہ یوں کرتے ہیں:

> ہم بارانی لوگ ہیں /ہم جانتے ہیں /وہ ہمیں کاغذوں کی مار ماریں گے /رپٹوں
> اور مسّلوں میں گھسیٹیں گے /وہ ہماری بے ضرر حرکات و سکنات پر ٹیکس لگا
> دیں گے /ہمیں دفتروں،تھانوں،کچہریوں کے پھیرے لگوا لگوا کر /ایک دن
> داخلِ دفتر کر دیں گے /لیکن وہ نہیں جانتے ہم بارانی لوگ ہیں۔(۳)

نصیر احمد ناصر کی شاعری تجربے اور مشاہدے کا نچوڑ نظر آتی ہے۔اُن کی شاعری کی لفظیات میں سائنسی اصطلاحات اور انجینئرنگ سے متعلقہ الفاظ کا استعمال اُن کی اِن علوم سے براہِ راست آگہی کا نتیجہ ہے۔اُن کی ابتدائی شاعری میں رومانوی انداز کے ساتھ ساتھ فطری علامتوں کا استعمال ملتا ہے۔خصوصاً ان کے مجموعے "پانی میں گم خواب" میں ماضی،حال اور مستقبل کے حوالے سے آرزوؤں،

خواہشوں اور خوابوں کا ایک وسیع سلسلہ ملتا ہے۔بقول احتشام علی "نصیر احمد ناصر کی نظم نگاری کے منظر نامے میں فطری علامتوں کے ساتھ رومانیت کی رو بھی ایک وسیع تناظر میں اپنا ادراک کراتی ہے۔"[(۴)]

گزشتہ پچیس تیس برسوں میں ملکی منظر نامے میں اندرونی اور بین الاقوامی واقعات نے بھی ملکی سیاست، معاشرت اور ہر شعبۂ زندگی کو متاثر کیا ہے۔خصوصاً ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے بعد پاکستان میں دہشت گردی کی آنے والی لہر اور اِس کے نتیجے میں بے گناہ اور معصوم لوگوں کی جانوں کا ضیاع ایک اہم مسئلہ ہے۔اسی طرح مشینی ترقی اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے فطری حسن کی تباہی بھی آج کا مسئلہ ہے۔تیسری دُنیا کے مسائل اور بڑی طاقتوں کے سامنے ان کی کم مائیگی کا مزاحمتی رویہ جہاں اُردُو ادب کی دیگر اصناف کو متاثر کرتا ہے، وہیں یہ عصری حسیت نظم نگاروں کے موضوعات میں بھی در آئی ہے۔

نصیر احمد ناصر کی نظم بھی معنی اور فکری حوالے سے اپنے عہد کے انھی مسائل اور رویّوں کی نشان دہی کرتی ہے۔مثلاً اُن کی یہ نظم ملاحظہ ہو:

شہر بھر میں /فائرنگ، زخمی، دھماکے، سائرن/ شعلے/ دھوئیں کے آبنو سی
دائرے/ جلتے تناظر/ آگ میں لپٹی کتابیں / لائبریری کی عمارت/
میوزیم/ تصویر کی آنکھوں میں آنسو/ سلسلہ در سلسلہ سہمی ہوئی/ اطراف
میں / اعضا بریدہ زندگی/ سرگشتگی افکار کی، غارت گری الفاظ کی/ تازہ لہو
تاریخ کے اوراق پر ...... [(۵)]

نصیر احمد ناصر کے پہلے مجموعے میں شامل نظمیں اکہری سطح پر مفہوم ومعنی کی ترسیل کرتی ہیں۔لیکن علائم واستعارات کا نظام اس میں کثیر الجہتی نہیں ہے۔ان کی بعد میں آنے والی نظمیں اپنے عہد کے علامتی اور تمثالی رویّے کو زیادہ بہتر انداز میں منعکس کرتی ہیں اور یہ ذہنی ارتقااُن کے مجموعے "عراپچی سو گیا ہے" کی نظموں میں بھی نظر آتا ہے۔ایک نظم ملاحظہ ہو:

غبارے کے پیچھے/ بہت دور بھاگا/ مگر تھک گیا وہ/ غباراہوا سے بھرا تھا/
حقیقت میں لیکن ہوا سے بھی ہلکا تھا/ اڑتا ہوا/ بادلوں سے بھی اوپر نکلتا چلا

جا رہا تھا/ ذرا دیر میں پھر/ نگاہوں کی حد سے بھی اوجھل ہوا تھا/ مگر اپنی معصوم سوچوں کی چھت پر/ ابھی تک/ وہ نادیدہ دھاگے کو تھامے کھڑا ہے/ زمیں اک غبارے کی صورت/ خلا میں اڑی جا رہی ہے۔[۶]

نصیر احمد ناصر کے ہاں دوغلے انسانی روّیوں کے خلاف احتجاج اور حقوق انسانی کو تہس نہس کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے کیمیائی اور ایٹمی میزائل اور نہ جانے کون کون سے بم ایجاد کرنے والوں کے خلاف احتجاجی رویہّ ملتا ہے۔قدرت نے شاعر کا خمیر درد اور محبت کی آمیزش سے اٹھایا ہے، اسی لیے تو وہ ''سارے جہاں کا درد'' اپنے جگر میں محسوس کرتا ہے۔یہی جذبۂ محبت کسی بھی شاعر کے اندر انسانی مساوات، ہمدردی، رحم دلی اور انصاف کے جذبات کو اُبھارتا ہے۔وہ خوش حالی کے دنوں میں خوشی کے نغمے بھی لکھتا ہے،لیکن اپنے اردگرد ناانصافی، جبر وستم، استحصال اور زیادتی دیکھ کر سراپا احتجاج بھی بن جاتا ہے۔وہ انسانیت کو روتا بلکتا نہیں دیکھ سکتا۔ایسے میں اُس کی انصاف پسند رُوح ایسے میں تڑپ اٹھتی ہے اور تخلیقی سطح پر وہ کبھی نظم اور کبھی غزل بن کر سامنے آتی ہے۔

جدید سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسان کو بے شمار فائدے پہنچائے ہیں، لیکن تصویر کا ایک دُوسرا رُخ بھی ہے جو بہت بھیانک اور خوف ناک ہے۔نصیر احمد ناصر تصویر کا یہی دُوسرا رُخ دِکھاتے ہیں۔ان کی نظم ''پانی میں گم خواب'' کا یہ منظر ملاحظہ ہو:

جوہری نظاموں میں / نام بھول جاتے ہیں / کوڈ یاد رہتے ہیں / ایٹمی دھماکوں سے / تابکار نسلوں کے / خواب ٹوٹ جاتے ہیں / شہر ڈوب جاتے ہیں / مرکزے بکھرتے ہیں / دائرے سمٹتے ہیں / رقص کے تماشے میں[۷]

رفیق سندیلوی نصیر احمد ناصر کے سائنسی موضوعاتِ نظم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''نصیر احمد ناصر نظم کے رمز آشنا شاعر ہیں۔ان کا میدانِ معنیٰ خاصا وسیع ہے، اہم بات یہ ہے کہ وہ اس آگہی کو بھی ایک موزونی کے ساتھ نظم کے

دھاگوں میں حرکت کرنے دیتے ہیں جو انہیں سائنسی اکتشافات سے مہیا ہوتی ہے۔" (۸)

نصیر احمد ناصر کے ہاں انگریزی الفاظ کا استعمال نظموں کے عنوانات اور متن میں ملتا ہے مثلاً "لائٹ ہاؤس"، "بلیو مون"، "بک مارک"، "سٹی ہائٹس"، "ویپ ہولز"، "بلیک وڈو"، "باسٹرڈز"، "گلاس ہاؤس"، "وال چاکنگ"، "Snapshot"، "آرکیالوجی"، "ناسٹیلجیا" وغیرہ اُن کی نظموں کے عنوان ہیں اور یہی صورت اُن کی نظموں کے متن میں بھی نظر آتی ہے؛ لیکن یہ الفاظ ہم عصر زندگی اور جدید حسیت کو واقعیت اور جامعیت کے ساتھ گرفت میں لینے اور پیش کرنے کے لیے کہیں علامت بن کر آئے ہیں اور کہیں استعارے کی صورت میں آئے ہیں مثلاً "گلاس ہاؤس" کا یہ منظر ملاحظہ ہو:

یہاں رات آتی ہے لیکن / کوئی خواب لاتی نہیں ہے / یہاں دھوپ چڑھتی ہے لیکن / کسی کو جگاتی نہیں ہے / یہاں پھول کھلتے ہیں لیکن / ہوا گیت گاتی نہیں ہے! (۹)

جہاں تک نصیر احمد ناصر کی زبان کا تعلق ہے تو اُنھوں نے فارسیت سے تو دامن بچایا لیکن ہندی تراکیب کا استعمال اُن کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ نصیر احمد ناصر کے اُسلوب اور لفظی اختراع پسندی کی روِش کے بارے میں ڈاکٹر فہیم اعظمی کہتے ہیں:

"ان نظموں کی سب سے بڑی صفت زبان کا فن کارانہ استعمال ہے جو منطقی ہوتے ہوئے برجستگی اور معنویت کا بھرپور تاثر دیتی ہے۔ شاعر نظموں کے عنوان، موضوع، متن اور اس کے برتنے میں بڑے تنوع اور اختراع پسندی سے کام لیتا ہے۔" (۱۰)

نصیر احمد ناصر کی نظم اپنے اُسلوب، لفظیات، تراکیب اور استعاروں کے حوالے سے جدید اُردو نظم کی تشکیل میں اپنا الگ حصہ ڈالتی ہے۔ بالخصوص ناصر کی امیجری اتنی تازہ اور تمثالیں اتنی بھرپور ہیں کہ غزل کی شاعری کرنے کے باوجود اُنھوں نے انھیں روایت سے متاثر نہیں ہونے۔ "Weep Holes" کا یہ منظر ملاحظہ ہو:

ہوا پتوں کا رستہ دیکھتی ہے / بے شجر سڑکوں پہ پولی تھین کے خالی لفافے سرسراتے ہیں / خود اپنے موسموں کا خون پی کر / لوگ جرثوموں کی صورت پل رہے ہیں / تارکاری کے الاؤ جل رہے ہیں / بدنمائی کے دھوئیں سے / پھول کالے، تتلیوں کے پر سلیٹی ہو چکے ہیں / خواب کا چہرہ / دباؤ سے بگڑ کر ٹوٹ جائے گا / نمی کو راستہ دو! / درد کے بادل برسنے دو! / زمین پر آسماں کا دکھ اترنے دو!! (۱۱)

وہ موجودہ عہد کے مسائل اور رویّوں کو ماضی بعید کے انسانی رویّوں اور مسائل کے ساتھ بھی جوڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔"دھند کے اس پار" اِس کی ایک مثال ہے۔شاید لاشعوری طور پر وہ اپنے عہد کے مسائل کے حل کے لیے ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ اِس صورتِ حال میں اِن مسائل کا حل اُس وقت کیا نکالا جاتا تھا، لیکن اُنھیں قدیم اور جدید میں مماثلت نظر آتی ہے۔تب بھی کمزور اور محکوم کا استحصال ہوتا تھا اور آج بھی ہو رہا ہے۔صرف طریقۂ واردات بدل گیا ہے۔اِسی طرح کے موضوعات اُن کی مختلف نظموں مثلاً "ڈسٹ بن سے جھانکتی موت"، "اِن فوکس"، "آزوقہ"، "گدھے پر سواری کا اپنا مزا ہے"، "میں اندھیرے میں اُگی مشروم ہوں"، "الغیاث" اور "اناپ" میں بھی نظر آتے ہیں۔

سماجی حوالے سے نصیر احمد ناصر انسان کی روز مرہ زندگی کی تیزی اور اِس کی مصروفیت میں فرصت کے چند لمحات، تازہ ہوا کے جھونکے اور مناظرِ فطرت کو انسانی ضرورت سمجھتے ہوئے نظم "کھڑکیاں" تخلیق کرتے ہیں۔ڈاکٹر وزیر آغا اپنے ایک مکتوب بنام نصیر احمد ناصر میں "کھڑکیاں" کو بے حد خوب صورت نظم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " آپ جدید نظم کے پارکھ اور نباض ہی نہیں،اس کے ذریعے کھڑکیوں کو کھولنے اور ان کے پیچھے کے منظرنامے کو دیکھنے پر بھی قادر ہیں۔ہمارے اکثر نظم گو شعراتو دیواروں سے ٹکریں مارتے

رہ جاتے ہیں۔ ایسی خوب صورت نظم لکھنے پرمیں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" (۱۲)

نصیراحمدناصر کے نزدیک اس مصروف زندگی کی وجہ انسان کو موت کی طرف جانے کی جلدی ہے۔ نظم " مرگ پیچ" میں نصیر احمد ناصر حسن فطرت کی تباہی، درختوں کے کٹاؤ اور کھیتوں کھلیانوں کی بربادی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔قدرتی حسن کی یہ پامالی موجودہ مادی ترقی، پھیلتے شہروں اور سڑکوں کے جال پھیلنے کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ وہ فطری حسن کو زمین کا ایک خواب گردانتے ہیں جو دھرتی ماں نے اپنے بچوں یعنی انسان کے لیے دیکھا تھا۔

زمیں ماں ہے/ ہر اک ماں کی طرح/ تخلیق سے پہلے ہی بچوں کے لیے/
سرسبز خوابوں کی ردائیں بنتی رہتی ہے/ خود اپنی کوکھ کے شاداب ریشوں
سے/ کئی رنگوں کے مخمل، ریشمی موزے، سوئٹر، ٹوپیاں، کپڑے/ گھنی گہری
منا جاتیں، دعائیں بنتی رہتی ہے/ زمیں نے خواب دیکھا تھا، یہ سوچا تھا/
جواں ہو کر/ میں جب پھولوں پھلوں گا تو/ مری خوشبو سے چہکیں گے
تنفس موسموں کے/ ذائقے میرے پھلوں کے نام سے منسوب ہوں گے/
شاخچوں پر دھوپ چمکے گی/ پرندے آشیانوں سے نکل کر گیت گائیں گے/
پروں کو گدگدائیں گے (۱۳)

اپنی ایک اور نظم"مہمان پرندوں کو الوداع" میں بھی نصیر احمد ناصرنے ماحولیاتی آلودگی اور کثافتوں سے سرسبز زمین کو پہنچنے والے نقصان کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔اس نظم میں اُنھوں نے زمین کا سینہ چیرتی سیاہ تار کول کے باعث زمینی حسن کے گہنا جانے کو موضوع بنایا ہے۔"ویپ ہولز"، "وقت کے بدرو میں گرتے خواب"، "ایک نیا اطلانتہ گم ہونے والا ہے" وغیرہ میں بھی شاعر نے ایسے ہی احساسات کا ذکر کیا ہے۔

معاشرے اور کائنات کے مسائل کے علاوہ عورت کے کردار کو بھی نصیر احمد ناصر نے اپنے منفرد زاویۂ نظر سے دیکھا ہے۔ عورت اور محبت کے ضمن میں اُن کی نظموں میں موجود رویّوں کے حوالے سے پروین طاہر لکھتی ہیں:

> "عورت اُس کے ہاں خواہ بیٹی ہو، ماں ہو، یا پھر محبوبہ، خدا کا رُوپ ہے، کومل ہے، روشنی زادی اور سراپا محبت ہے، کہیں وہ اس سے روشنی کے لمس کا دان مانگتا نظر آتا ہے تو کہیں اس کے دُکھ سن کر بے تحاشا رو دیتا ہے۔ اُس کے ہاں عورت کا درجہ الوہی ہے"۔ (۱۴)

نصیر احمد ناصر نے خود اپنی ایک نظم میں عورت کے تصور کی وضاحت کی ہے۔

> تو ہر تہذیب کا حصہ ہے / تو ہر دور کا قصہ ہے / صدیوں کی امانت ہے / زمیں پر پیار کی پہلی بشارت ہے / خدا کا گیت ہے / ہر عہد کی عورت ہے تو ...... لیکن / تجھے کس عہد میں ڈھونڈوں؟ (۱۵)

نصیر احمد ناصر اپنے عہد کے سیاسی حالات کو اپنی نظم "تیسری دنیا" میں بیان کرتے ہیں۔ وہ عالمی طاقتوں کے ہاتھوں تیسری دُنیا کے استحصال اور پس ماندگی کا ذکر کرتے ہیں۔ "گمشدہ نسلوں کی لوری" میں بھی آمرانہ حکومت، کرفیو، ہجرت اور جنگ کے نتیجے میں مرنے والوں کی نسلوں کی نیند اُڑانے کا ذکر ملتا ہے۔ "آزوقہ" میں بھی نصیر احمد ناصر نے سرخ سیاست اور زرد معیشت کا ذکر کیا ہے۔ ایک زمین کے ٹکڑے کے لیے سیاسی چالوں اور زمین زادوں کی زندگی میں پائے جانے والے دھکے اور آنسوؤں کی منظر کشی کی گئی ہے۔

> ایک گلوب کے شہری سارے / بھوکے ننگے پیاس کے مارے / سرخ سیاست زرد معیشت ڈھلتی عمریں، چڑھتے بھاؤ / آنسو آہیں، غم اور گھاؤ / ایک زمین کے ٹکڑے سے بھی / کیا کچھ حاصل ہو سکتا ہے! (۱۶)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ نصیر احمد ناصرنے اپنی شاعری میں انسان کے ہاتھوں ہونے والی تباہی کو موضوع بنایا ہے۔ اُنھوں نے جبرواستحصال کے خلاف آواز بلند کی ہے۔ جدید ترین مہلک ہتھیاروں کے

نقصانات پر قلم اُٹھایا ہے۔صنعتی ترقی اور مشینوں کی فراوانی کے باعث انسا ن کی فطرت سے دُوری بھی اُن کی نظموں کااہم موضوع ہے۔آلودگی کی وجہ سے فطرت کے ماند پڑتے حسن کے مسئلے کو بھی اُنھوں نے اُٹھایا ہے اور یہ سب کچھ ایک خوب صورت اور دل کش انداز میں کیاہے۔اُن کی نظمیں قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور اُسے سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر وزیر آغا: ” معنی اور تناظر“، انٹرنیشنل اُردُو پبلی کیشنز، دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۰ء ص : ۳۰۷

۲۔ نصیر احمد ناصر” نثری نظم کا تخلیقی جواز" مشمولہ"تیسرے قدم کا خمیازہ“ سانجھ پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۳ء ص: ۱۴

۳۔ نصیر احمد ناصر: ” سرمئی نیند کی بازگشت" بک کارنر، جہلم ۲۰۱۷ء ص: ۱۹

۴۔ احتشام علی:"جدید اُردُو نظم میں عصری حسیت“ ،سانجھ پبلی کیشنز لاہور ، ۲۰۱۵ ء ص: ۲۱٦

۵۔ نصیر احمد ناصر: ”پانی میں گم خواب“ تسطیر پبلشرز راول پنڈی ۲۰۰۲ء، ص: ۱۲۴۔۱۲۵

٦۔ نصیر احمد ناصر: ”عراپچی سو گیا ہے“ تسطیر پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۳۴

۷۔ نصیر احمد ناصر: ”پانی میں گم خواب“ سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص:۲۸

۸۔ رفیق سندیلوی: ”اُردُو نظم کے پچاس سال“ مشمولہ ”اوراق“ (جدید نظم نمبر) جولائی، اگست ۱۹۹۷ء ص:۸۳

۹۔ نصیر احمد ناصر: ”پانی میں گم خواب“ تسطیر پبلشرز، راول پنڈی ۲۰۰۲ء، ص ٦٦

۱۰۔ ڈاکٹر فہیم اعظمی:” خواب، سفر اور فطری مظاہر کا شاعر“، مشمولہ” اوراق“ ، لاہور، جولائی اگست۱۹٦۹ء، ص: ۴۷

۱۱۔ نصیر احمد ناصر:” عراپچی سو گیاہے“ سانجھ پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۳ء، ص:۵۳

۱۲۔ وزیر آغا: ''وزیر آغا کے خطوط، نصیر احمد ناصر کے نام'' مشمولہ ''تسطیر'' لاہور جنوری تا جون ۲۰۱۱ء ،ص ٦۸
۱۳۔ نصیر احمد ناصر ''عرابچی سو گیا ہے'' محولہ بالا ص: ۴٦۔۴۷
۱۴۔ پروین طاہر''عرابچی سو گیا ہے''، غیر مطبوعہ مضمون
۱۵ ۔ نصیر احمد ناصر'' عرابچی سو گیا ہے'' سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء ص: ۱۱۴۔۱۱۵
۱٦۔ نصیر احمد ناصر : '' ملبے سے ملی چیزیں'' سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص:۴٦